اقبال اور تصورِ جمہوریت

ڈاکٹر گلشن طارق

Dr. Gulshan Tariq

Dean Faculty of Languages,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Iqbal's poetry reflects his views about democracy. The verdict of majority is required to establish democracy. Commonly, the rich manage to get votes in the election on the basis of their wealth. Usually, different political parties participate in election but some people participate as Independent candidates. However, such candidates are very few. A candidate selected in the capacity of a party member is bound to follow the party's constitution even if his opinion is against that of the party. At the time of election, a great majority of people have no iadea as to which party or candidate would solve their problems. The vote is cast on the basis of personal like or dislike. The party in the majority make decisions keeping in view its own interests and usually these decisions do not represent the choice of nation. The dominating party tends to save its power by hook or by crook. Iqbal does not oppose democracy but advoctes it in its true spirit. According to him, democracy is just a different version of dictatorship. For him, leaders have no interest in the welfare of people. They just believe in oppressing their opponents through cruelty and violence. Their sole interest is to expand their property. Iqbal's poetry depicts democracy as a war

of Capitalists. Such democracy is responsible to abolish brotherhood in the world. Iqbal believes that Islamic system of government is truly democratic as it emphasizes on the rights of the poor and gives regard to the needs of people.

علامہ اقبال کے تصور جمہوریت کے بارے میں یہ بات بڑے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ جمہوریت کی حقیقی روح کو منظر عام پر لانا چاہتے تھے۔ایسی جمہوریت جو ہماری تہذیب وثقافت، عقائد اور روایات سے ہم آہنگ ہو اور معاشرے کے افراد کیلئے باہمی احترام، عزت وخودداری اور امن و آزادی کی آئینہ دار ہے۔

جمہوریت کا آغاز کہاں سے ہوا اور کیوں کر ہوا؟ اس ضمن میں مغربی مفکرین کا کہنا ہے کہ جمہوریت کو سب سے پہلے یونانیوں نے اپنے ملک میں رائج کیا ان کے ہاں تمام آزاد شہریوں کی رائے سے ریاست کے معاملات کو طے کیا جاتا تھا۔مگر یہ نظام ملک کے چند شہروں تک محدود تھا۔اس میں غلاموں کے شہری حقوق نہ تھے پر یہ نظام زیادہ عرصہ برقرار نہ رہا کہ جہاں پر غلامی ہوگی وہاں جمہوریت کیسے ممکن ہے۔جمہوریت کی تعریف ابرہیم لنکن نے ان الفاظ میں کی ہے کہ عوام کی حکومت عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے سے ''فکر اقبال'' میں خلیفہ عبدالحکیم نے جمہوریت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''جمہوریت کا اہم ترین مفہوم یہ ہے کہ رعایا پر کوئی فرد یا کوئی طبقہ اس کی مرضی کے خلاف حکومت نہ کرے۔۔۔۔حکومت عوام کی ہو اور عوام کیلئے اور رفاہ عامہ اس کا مقصود ہو۔جمہوریت وہ نظام ہے جس میں اقتدار اعلیٰ سلاطین کو اور نہ امراء کے طبقے کو حکومت کی باگ ڈور نہ جاگیرداروں اور نہ زمینداروں کے ہاتھ میں ہو اور نہ کارخانہ داروں اور نہ سرمایہ داروں کے ہاتھ میں۔مجلس آئین ساز میں جو نمائندے ہوں وہ آزادی سے عوام کے منتخب کردہ اہل الرائے ہوں۔''(۱)

موجودہ جمہوریت کی ابتدا فرانس سے ہوئی۔فرانس کے لوگ خود مختار اور مطلق العنان بادشاہوں کی حکومت سے تنگ تھے۔اس کے علاوہ فرانسیسی مفکر روسو نے عوام کو بیدار کیا اس طرح روسو کی تعلیمات بھی عوام کی فکری رہنمائی کا ذریعہ بنی۔جمہوریت میں عوام کو حکومت سازی کا منبع تسلیم کیا جاتا ہے۔جمہوری نظام کثرت رائے کا محتاج ہے۔عوام چند لوگوں کا انتخاب کرتے ہیں اس نظام میں ایک مخصوص گروپ ہی منتخب ہو سکتا ہے۔اس طرح چند لوگ منتخب ہو جاتے ہیں۔اکثر یہ لوگ دولت یا پروپیگنڈ کے اثر سے کامیاب ہو جاتے ہیں۔ہر وہ ممبر جو کسی پارٹی کے ذریعے سے منتخب ہو وہ پارٹی کی مجموعی رائے کا ساتھ دینے پر مجبور ہوتا ہے۔چاہے اس کی اپنی رائے پارٹی سے مختلف ہی کیوں نہ ہو۔انتخاب کی یہ صورت اور بھی خطرناک ہوتی ہے جب ووٹ ڈالنے والے ان پڑھ، ناسمجھ اور بے علم ہوں۔

جمہوری نظام میں جو پارٹی کے طریقہ کار کے مطابق جو فیصلہ کیا جاتا ہے وہ صحیح معنوں میں قوم کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ روسو جمہوری نظام کی کمزوریوں سے واقف تھا اس لیے اس نے کہا ہے:

''اگر دنیا میں کوئی قوم دیوتاؤں کی ہوتی تو اس کے لیے جمہوری طرز حکومت بہت مناسب ہوتا۔''(۲)

افلاطون کی ''ریپبلک'' کے خاکے سے لے کر آج تک مشرقی تو مشرقی کوئی مغربی حکومت بھی حقیقی جمہوریت قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ والٹر نے اپنے عہد میں لکھا:

''ہمارے نوجوان خوش قسمت ہیں کہ وہ اس خواب کی تعبیر دیکھیں گے لیکن جلد ہی یہ بات واضح ہو جائیگی کہ فرانس کے لوگ جس مساوات کو حاصل کرنا چاہتے تھے وہ اپنی آزادی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں یہ لوگ جمہوریت کے شکار تھے۔''(۳)

اقبال نے مغربی جمہوری نظام اور اس کی کارکردگی کا گہرا مطالعہ کیا۔ اقبال نے اس نظام حکومت پر کڑی نقطہ چینی کی۔ اقبال جمہوریت کے تصور کے مخالف نہیں ہیں مگر وہ حقیقی جمہوریت کے قائل ہیں۔ اقبال کے نزدیک بے شک مغربی اقوام نے ملوکیت کی بجائے جمہوری نظام کو اپنا لیا ہے مگر اس جمہوری نظام کے طور طریقے ملوکیت کے ہی ہیں۔ ملوکیت میں افراد کی ذاتی اغراض کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ انہیں عوام کی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ جمہوری طرز حکومت میں جبر و تشدد کے ذریعے حکومت مخالفین کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حکومت کے لوگ ہر وقت اپنے اثاثے بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں عوام کو دھوکے میں رکھا جاتا ہے۔ عوام کو اپنے حقوق سے آگاہی نہیں ہوتی۔ اقبال کے مطابق جمہوری نظام ملوکیت کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اقبال اپنی طویل نظم ''سلطنت'' میں کہتے ہیں:

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری(۴)

اقبال نے جمہوری نظام کو سرمایہ داروں کی جنگ زرگری کہا ہے۔ ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' اقبال کی ایک شاندار نظم ہے اس میں ایک جگہ ایک دوسرے مشیر سے جمہوریت کے بارے میں سوال کرتے ہوئے کہتا ہے۔۔۔

خیر ہے سلطانیٔ جمہور کا غوغا کہ شر
تو جہاں کے تازہ فتنوں سے نہیں ہے با خبر(۵)

اس کا جواب پہلا مشیر اس طرح دیتا ہے:

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن ، اندروں چنگیز سے تاریک تر(۶)

اقبال نے مغربی طرز کے جمہوری نظام پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اس نظام میں صرف

وہی لوگ حکومت کے مناصب تک پہنچتے ہیں جو سرمایہ دار ہوتے ہیں۔ وہ الیکشن میں بے دریغ پیسہ خرچ کرتے ہیں اور ووٹ خرید لیتے ہیں۔ مغربی جمہوریت میں حکومت کی باگ ڈور مادہ پرستوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ مغربی جمہوریت چونکہ مذہبی اور اخلاقی اقدار سے بے نیاز ہوتی ہے اس لیے اقبال کی نظر میں اس سے انسان کی فلاح و بہبود نہیں ہوسکتی۔

مغربی جمہوریت میں لوگ اپنی قابلیت کی بناء پر مسند اقتدار تک نہیں پہنچتے بلکہ زیادہ ووٹ حاصل کرنے والوں کو حکومت کا اہل سمجھا جاتا ہے۔ مغربی جمہوریت شمار کرنا تو جانتی ہے وزن کرنا نہیں جانتی۔ اقبال نے ''ضرب کلیم'' مغربی جمہوریت کی تعریف ایک مرد فرنگی کی زبانی ان الفاظ میں کی ہے:

''اس راز کو اک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے''(۷)

ایک شاعر کی حیثیت سے اقبال نے جمہوریت کا کوئی تفصیلی لائحہ عمل پیش نہیں کیا مگر مختلف اشعار سے ان کے ذہنی رجحان کا پتہ چلتا ہے۔ اقبال کے نزدیک مغربی جمہوریت نے دنیا میں عدل و انصاف کی بجائے فتنہ وفساد پیدا کیا۔ مغربی جمہوریت دنیا میں اعلیٰ قدریں تخلیق کرنے میں ناکام رہی اس لیے اقبال نے مغربی جمہوریت کا پول کھولنا ضروری خیال کیا۔

اقبال کے نزدیک سرمایہ داری اور مغربی جمہوریت کے اشتراک کے باعث دنیا سے انسانی اخوت اور بھائی چارے کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اسی جمہوریت کے باعث طاقتور قوتیں کمزور قوموں کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے اپنی گرفت میں جکڑتی چلی گئیں۔ اپنی جکڑ اور پکڑ کو مضبوط کرنے کیلئے طاقتور قوتوں نے صنعت وتجارت کا ہر بہ استعمال کیا اور تہذیب وتمدن کی روشنی پھیلانے کا بہانہ بھی کیا۔ اقبال نے اس ظلم وستم کیخلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا:

وہ حکمت ناز تھا جس پر خرد مندان مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کار زاری ہے
تدبر کو فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے(۸)

مغربی جمہوریت کے تصور میں سرمایہ داری کی روح جاری وساری ہے اور مغربی جمہوریت میں ہی وہ برائیاں اور خامیاں موجود ہیں جو سرمایہ داری میں ہیں۔

اقبال ایک ایسے نظام حکومت کے خواہاں ہیں جو حقیقی معنوں میں جمہوری کہلانے کا حقدار ہو اور یہ نظام حکومت اسلام نے پیش کیا اگر مغربی جمہوریت کا مقابلہ اسلامی نظام حکومت سے کریں تو ہم

دیکھتے ہیں کہ اسلام لازمی طور پر غریبوں کا ہمنوا ہے اور جمہور کو پوری اہمیت دیتا ہے۔

اسلامی جمہوریت اور مغربی جمہوریت کا ایک بنیادی اختلاف یہ ہے کہ مغربی نظام حکومت خواہ کسی قسم کا ہو اس کا اقتدار اور حاکمیت کا حق انسانوں کا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن کے نظام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حاکمیت و اقتدار خدا کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ اسلام کی بنیاد توحید پر ہے اس کے نظام سیاست میں اسی اصول کو نوع انسانی کی جذباتی اور فکری زندگی میں ایک حقیقی عنصر بنانے کا عملی طریقہ ہے۔ اس میں اطاعت کا مطالبہ خدا کی ذات کیلئے ہے۔

اسلامی نظام حکومت میں ایک دوسرے کے مخالف یا رقیب نہیں ہوتے۔ حکومت کی باگ ڈور ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہوتی ہے جسے ساری قوم اتفاق رائے سے منتخب کرتی ہے۔ جو شخص خلیفہ منتخب ہوتا ہے وہ اسلامی صفات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ حکومت امانت کے طور پر اس کے سپرد ہوتی ہے۔ حاکم کیلئے امین ہونا ضروری ہے۔ خلیفہ کے دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے وہ خدا کے احکام کے مقابلے میں مالی فائدہ یا کینہ پروری یا لوگوں کی پروا نہیں کرتا اس کے ساتھ حکومت کا نظام چلانے کیلئے ایک جماعت ہوتی ہے جسے شوریٰ کہتے ہیں۔ خلیفہ شوریٰ کے مشورے سے حکومت کا نظام چلاتا ہے۔ قرآن پاک کے صریح احکامات کی موجودگی میں اسلامی حکومت میں ذاتی اقتدار یا حب و جاہ و مال کی پرورش نہیں ہوسکتی نہ ہی کسی ایسی پارٹی کی حکومت کو فروغ ہوسکتا ہے جس میں معیار حق اور صداقت نہیں بلکہ پارٹی مفاد ہو۔

مغربی جمہوریت میں کوئی ایسا قانون نہیں ہے جسے اکثریت کے بل بوتے پر تبدیل نہ کیا جا سکے لیکن اسلامی نظام میں یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ اس میں ایک ضابطہ قانون موجود ہو جسے دنیا کی بڑی سے بڑی اکثریت سے بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی نظریہ قانون وہ ہے جو حق ہو، اس کے برعکس مغربی جمہوریت میں حق وہ ہے جو قانون میں ہے۔ مغربی جمہوریت میں دولت کو معیار سمجھا جاتا ہے مگر اسلامی نظام میں ایسا نہیں ہے یہاں بڑائی صرف علم عمل اور تقویٰ کو حاصل ہے۔ مسلمان حاکم میں آمریت پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ خلیفہ پر اعتراض کرسکتا ہے۔

اسلامی حکومت ایک لمحے کیلئے بھی شریعت سے جدا نہیں ہوتی بلکہ اسلامی حکومت شریعت کی پاسبان ہوتی ہے اس کا اصل مقصود نیکی ہوتی ہے۔ حکومت اور شریعت ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں۔ شریعت حکومت کو تباہی سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ مسلمان اسلامی نظام کیلئے قرآن اور تلوار دونوں کو ضروری خیال کرتے ہیں مغربی جمہوریت اور مغربی تہذیب و تمدن غیر مستقل ہیں لیکن اسلامی تمدن انتہائی پائیدار اور مستقل ہے تاریخ کے مطالعے سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ جو تمدن، مذہب و اخلاق سے بے گانہ رہے وہ مستقل حیثیت اختیار نہیں کرسکتا۔

اسلامی حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ دوسری تمام رعایا کو بھی بنیادی حقوق حاصل ہوتے ہیں اس میں مسلم اور غیر مسلم کا امتیاز نہیں ہوتا۔ شیخ عمر فاروق لکھتے ہیں:

''الیکشن جسے جمہوری طرزِ عمل کی روح قرار دیا گیا سرے سے دھوکہ اور فراڈ ہے لالچی اور مالدار لوگ اس میں حصہ لیتے ہیں اور دھن دولت کی بنیاد پر وہ اقتدار حاصل کر لیتے ہیں جس میں لاکھوں اور اربوں روپیہ پبلسٹی پر ضائع ہو جاتا ہے اقتدار ملنے پر خزانہ عامرہ کا بے دریغ استعمال شروع ہو جاتا ہے۔ اپنے اور اپنی پارٹی کے گھر بار کو بھرا جاتا ہے۔ غریب عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھا کر خزانے کی کمی کو پورا کیا جاتا ہے۔''(۹)

اسی حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر محمود علی کہتے ہیں:

''حقیقت میں ہمارا گذشتہ نصف صدی کا تجربہ اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ اس طریقہ کار کے ذریعے جاگیرداروں صنعت کاروں اور سیاسی بازی گروں کی ایک بڑی تعداد کہ ان میں سے اکثر لوٹے بھی شامل ہیں اور مفاد پرست لوگ بار بار اقتدار پر قابض ہوتے ہیں اور ہر دفعہ ان پر عوامی نمائندگی کا لیبل بھی لگا ہوتا ہے ،مگر حقیقت میں یہ لوگ صرف ایک مخصوص طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں اور سفلی خواہشات اور مفادات کو ترقی دیتے ہیں۔ ہر دفعہ جب انتخابات ہوتے ہیں تو یہی عمل دہرایا جاتا ہے۔ اسی طرح کے لوگ اسی طرح کے وعدے آزادی اور خوشحالی کے خواب ، وہی منتخب نمائندے ،وہی کرپشن اور اخلاق باختگی کی داستان۔''(۱۰)

علامہ اقبال جمہوریت کے مخالف نہیں تھے بلکہ وہ ایسی جمہوریت چاہتے تھے جس طرح اسلام کا شورائی نظام ہے۔ اسلام کا شورائی نظام فلاحی مملکت قائم کرنے کیلئے تشکیل دیا جاتا ہے جبکہ مغربی طرز کی جمہوریت کا مقصد کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی اس طرح کی جمہوریت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اقبال جمہوریت کو اخلاقی قدروں کا پابند رکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے جمہوری اداروں کی صحیح خطوط پر نشو ونما کے قائل ہیں۔ اس نشو ونما کیلئے عوام کی ذہنی تربیت بھی ضروری ہے اور مذہب کا عمل دخل بھی۔ اس لیے اقبال نے اپنے تصور کو خطبات میں روحانی جمہوریت کے نام سے بیان کیا ہے۔ ان کی رائے میں مسلمانوں میں جمہوری قدریں معاشرتی سطح پر پھل پھول نہیں سکیں۔ مسلمانوں کو اب آنکھیں کھولنی چاہئیں۔ ان کی رائے میں دنیا کو تین چیزوں کی ضرورت ہے۔

(الف) کائنات کی روحانی تعبیر

(ب) فرد کی روحانی آزادی

(ج) انسانی سوسائٹی کو روحانی بنیادوں پر ایک آفاقی نظام میں بدلنا۔''(۱۱)

علامہ اقبال کا تصور جمہوریت مذہبی اور روحانی افکار کا آئینہ دار ہے۔ وہ نئی دنیا کے جدید تقاضوں کو بھی ساتھ لیکر چلنا چاہتے ہیں جبکہ اپنی مذہبی روایات اور عقائد پر بھی سختی سے کاربند رہنا چاہتے ہیں۔ وہ دنیا میں ایسی جمہوریت کے حق میں تھے جس میں لالچ، ہوس اور دھوکہ دہی کو کوئی عمل دخل حاصل نہ ہو۔ عوام کیلئے قائم کی گئی حکومت حقیقتاً عوام ہی کیلئے کام کرے اسی طرح آفاقی قدروں کی طرف پیش رفت ممکن ہے جسے علامہ اقبال نے روحانی جمہوریت کا نام دیا ہے۔

حوالا جات

۱۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکر اقبال، لاہور: سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء، ص: ۲۵

۲۔ ایضاً، ص: ۱۸

۳۔ ایضاً، ص: ۱۹

۴۔ محمد اقبال، ڈاکٹر، کلیات اقبال، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۴ء، ص: ۲۹۰

۵۔ ایضاً، ص: ۷۰۴

۶۔ ایضاً، ص: ۷۰۴

۷۔ ایضاً، ص: ۶۶۱

۸۔ ایضاً، ص: ۳۰۵

۹۔ عمر فاروق، شیخ، مرتب: الحکمۃ، لاہور: جامعہ تدبر القرآن، 2008ء، ص: ۷۴۷

۱۰۔ محمود علی ملک، پروفیسر، ڈاکٹر، مغربی جمہوریت اور اسلام، لاہور: بزم اقبال، کلب روڈ، ۲۰۰۰ء، ص: ۱۷

۱۱۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، علامہ اقبال کا تصور ریاست اور دوسرے مضامین، لاہور: بزم اقبال، کلب روڈ، ۲۰۱۴ء، ص: ۱۹۔۱۸

☆......☆......☆